FRATERNITY

BY

FREDERICK SPENCER, B.D.

مُصنّفہ

پادری فریڈرک اے۔ ایم۔ سپنسر صاحب بی ڈی

پنجاب رلیجس بک سوسائٹی

انارکلی۔ لاہور

۱۹۳۲ء

بار اول | تعداد ۲۰۰۰

P. R. B. S., LAHORE

پیش لفظ

خُداوند یسوع نے فرمایا: پس تم جا کر سب قوموں کو میرے شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے اور رُوح القُدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور اُنکو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تُم کو حکم دیا اور دیکھو میں دُنیا کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں (متی 28 : 11-12)

خُداوند نے آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل فرمایا: لیکن جب رُوح القدس تُم پر نازل ہوگا تو تُم قوت پاؤ گے اور یروشلیم اور تمام یہوداہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہو گے۔ اعمال 1:8

انجیل کی خوشخبری کی تبلیغ بین الاقوامی سطح پر عید پنتکست کے دن سے ہی جاری وساری ہے۔اُس روز یروشلیم میں سولہ اقوام کے لوگوں نے اپنی اپنی مادری زبان میں خُداوند یسوع مسیح کے نجات دہندہ ہونے کا پیغام سُنا۔(اعمال 2 : 1-13) اور اپنے اپنے وطن میں خُدا کے عجیب اور بڑے کاموں کے گواہ ہوئے۔ثالوث اقدس نے مسیحیت کی بشارت اور اشاعت کے لیے ایماندار مقدسین کو رسالتی ، نبوتی، بشارتی، پاسبانی اور تعلیمی نعمتوں کے ساتھ حکمت کے کلام، علمیت، ایمان، شفاء، معجزوں، اور روحوں کے امتیاز ،غیر زبانوں اور زبانوں کے ترجمہ کی نعمتوں سے نوازا۔(کرنتھیوں 12 باب)

یروشلیم سے دُنیا میں بارہ شخص رُوح القدس کی قوت اور معموری میں نکلے اور انہوں نے بنی نوع کی ہر قوم میں انجیل کی منادی کی۔ان بارہ کے علاوہ ہر شہر ہر مُلک سے ایمان لانے والے مرد و خواتین اُن کے ساتھ خدمت گذاری اور انجیل کی بشارت میں شامل ہوتے رہے اور آج بھی شامل ہورہے ہیں۔حکمت کے کلام ،علمیت اور زبانوں کے ترجمہ کی نعمتیں رکھنے والے خُدا کے لوگوں نے روح القدس کی تحریک میں کلام خُدا کو ضابطہ تحریر میں محفوظ کیا جو انجیل مقدس یعنی نئے عہدنامہ کی صورت میں عالمگیر کلیسیا کے لیے کلام خدا اور روحانی غذا ہے۔بفضل خدا ہر دور میں ہر ملک میں اپنی مادری زبان میں رسالتی ،بشارتی اور خدمت گذاری کا کام وعظوں اور تحریروں کی صورت میں جاری وساری ہے۔برصغیر پاک وہند میں گذشتہ صدی میں بڑے نامور، معروف و مُعتبر اور عظیم واعظین، مبلغین،

مفسرین اور مصنفین گذرے ہیں جو اب خُداوند کے ابدی آرام میں داخل ہو چکے ہیں۔لیکن انکی تصنیفات کے خزانے مختلف کُتب،جرائداور رسالوں میں محفوظ ہیں جن کے وسیلہ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لا کر خُداوند کی کلیسیا میں شامل ہوئے۔لیکن مقام صد افسوس ہے کہ یہ کتب ،وعظ اور مضامین آج کے دَور میں نایاب ہیں۔ادارہ کی یہ دیرینہ خواہش ہے کہ نایاب کُتب ،مضامین اور وعظوں کو مختلف ذرائع سے حاصل کر کے دوبارہ ان کی اشاعت ممکن بنائی جائے۔بہت سے مخلص دوستوں،عزیزوں اور اداروں کے تعاون سے ہم یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہم کامیابی کی سمت گامزن ہیں۔آپ کو تقطیعی (سکین شدہ) کتابچہ تو پہلے ہی مل رہے ہیں۔ہم خُداوند کے شکر گذار ہیں کہ اب ہمارے پاس انمول اور نایاب واعظوں،مضامین اور کُتب پر مبنی وافر مواد جمع ہے۔ہم مختلف مضامین پر مبنی مختلف علما اور خدام کی تصنیفات کو تقطیعی عمل یعنی (scanning) کے طریقہ کار کے ذریعے کتابی صورت میں آپ کے گھر تک پہنچا سکتے ہیں۔بے شک ہماری یہ کاوش محدود سطح پر ہو گی لیکن قارئین کے تعاون اور دُعاؤں سے اس میں مزید توسیع اور جدت آئے گی۔جلد ہم مختلف نامور واعظین اور مصنفین کے مضامین پر مبنی ایک کتاب "اخوت" آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔مستقبل قریب میں ہم بہت سی قیمتی اور نایاب کتب آپ تک پہنچانے کی سعی جاری رکھیں گے۔آپ کے تعاون اور دُعاؤں کے لئے ہم دلی طور پر شکر گذار اور ممنون ہیں۔

خیر اندیش دُعا گو (پادری) مائیکل جوزف۔0060-183603164

خصوصی معاونین:محترم بزرگ پادری وکٹر بی ڈین صاحب۔ محترم جناب جوئے جیکب صاحب۔

محترمہ مسز سنیلا ڈشاہد صاحبہ۔ محترمہ مس پنکی نزان صاحبہ۔

ΙΧΘΥΣ

مسیح میں آپ سب کی سلامتی ہو۔

یہ کتاب خادموں کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

واٹس آپ نمبر۔ 0060183603164

خصوصی کاوش۔

پادری مائیکل جوزف۔

اکیڈس نالج مسیحی لائبریری۔

خیر اندیش دُعا گو (پادری) مائیکل جوزف۔ 0060-183603164

محترم جناب جوئے جیکب صاحب۔ محترمہ مسز سنیلا شاہد صاحبہ۔

اُخُوّت

نہایت تعجب کی بات ہے کہ کچھ عرصہ ہُوا شریف مرد یا شریف بی بی ہونا ایک نہایت اعلیٰ و افضل وصف تصور کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض کے نزدیک بنی نوع انسان دو عظیم جماعتوں میں منقسم تھے یعنی اول وہ جو شریف الاصل و عالی نسب تھے اور دوم وہ جو اُن کے برعکس تھے۔ نہایت دیندار اور متقی اشخاص کا بھی یہ خیال تھا کہ راسخ الاعتقاد اور غیرت مند مسیحی ہونے کی نسبت شریف النسل ہونا زیادہ اہم ہے اس وصف کی اہمیت اور اُس کے اہل و نااہل کے درمیان کا عمیق غار نہایت تکلیف دہ باتیں تھیں کیونکہ ان کی تعریف ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ نہ تو یہ وصف دولت۔ علم اور اخلاقی خصائل پر منحصر تھا اور نہ ہی اُن سے باہم مرکب تھا نہ ہی طور طریقہ اور چال ڈھنگ سے پہچانا جاتا تھا کیونکہ بسا اوقات ایک ادنےٰ خاندان کے شریک کا طور و طریقہ ایک عالی نسل شخص کے طور و طریقہ سے بدرجہا بہتر ہوتا تھا۔ یہ ایک ایسی صفت تھی جسے لے کر بنی نوع انسان دنیا میں وارد ہوتے تھے۔ اس کا حاصل کرنا عنقریب ناممکن تھا جب تک کہ کوئی سالہا سال تک اُن کی صحبت میں نہ رہے جو اس کے اہل تھے اور شب و روز بغور اس کا مطالعہ نہ کرے۔ انسانی زندگی کی یہ عجیب و غریب خصلت آج کل دنیا میں بہت کم نظر آتی ہے۔

امراء و شرفاء کے اس تکبر کے باعث بہت سے ممالک میں خونریزیاں اور ہولناک انقلاب واقع ہوئے ہیں۔ گو برطانیہ میں دینی محبت و جذبات اور خیرات کے خیالات نے اس کا زور بہت کم کر دیا ہے۔ محض مفلسی۔ تنگ حالی

اور بدسلوکی کی کیفیات ہی نہیں جو فتنہ انگیز طبیعتوں کو برانگیختہ کریں اور ایسی وحشت انگیزیاں برپا کرتی ہیں جیسی کہ فرانس کے زبردست انقلاب اور روس کے بولشویکوں کے ایام میں ظہور میں آئیں۔ بلکہ ان کے علاوہ اس کا اصل سبب اُس عداوت کا نتیجہ ہے جو اوسط درجہ کے لوگوں کے تکبر کے خلاف ظاہر ہوتی ہے یعنی تجارت پیشہ اور ساہوکاروں کے برخلاف۔ یہ لوگ اپنے زر و دولت کو نہ صرف اپنے آرام کے لئے صرف کرتے ہیں بلکہ اس کے ذریعہ اپنے آپ کو ادنیٰ طبقہ کے لوگوں اور کارگذاروں سے بالکل جُدا کر لیتے ہیں۔ شخصی و ذاتی عزت کے جذبات کی دائمی کشمکش و تکلیف دل میں نفرت و دشمنی کی ایک بھڑکنے والی آگ سُلگا دیتی ہے۔ جس کے بھڑکنے کا سبب محض مفلسی سے نجات پانے کی عام خواہش ہرگز نہیں ہو سکتی۔ صدیوں کی حقارت کا بدلہ چند گھنٹوں اور لمحوں کی شدید اور سخت بے رحمی سے ادا کیا جاتا ہے۔

جماعتی فساد اور عداوت کی روح کا لفظی اظہار کارل مارکس نے (Karl Marx.) اپنی کتاب کیپٹل (Capital.) میں ظاہر کیا ہے۔ وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ ساہوکار دنیا کے مزدوروں اور کارگذاروں کو اُن کی محنتوں کے مناسب پھل سے محروم رکھتے ہیں۔ اس متواتر بے انصافی بلکہ چوری سے آخر کار یہ نتیجہ نکلیگا کہ کارندے جبراً ساہوکاروں سے اُن کا سرمایہ چھین لینگے۔ تہذیبی دنیا میں جبراً مال چھین لینے کا خیال عام رائج ہے اس سے بعض اوقات زبردست جھگڑے واقع ہوتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر ملکی فساد جو قانونی ذرائع اور تجارتی اتحادوں کے صنعتی تنازعوں کی ترغیب سے برپا ہوتے ہیں اس کا ظاہری مقصد روپیہ کا برابر تقسیم کرنا ہے۔ لیکن وہ

اپنی توجہ کم و بیش دیدہ و دانستہ جماعتوں کی جانب منعطف کرتے ہیں۔
مختلف جماعتوں کے اختلاف کی کمی کے متعلق بحث کرنا مشکل ہے۔
ہم قدیم افسانوں سے بہت سی ایسی مثالیں اخذ کر سکتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اعلےٰ طبقہ کے لوگوں نے اپنے آپ کو باقی تمام لوگوں سے بالکل جدا کر لیا تھا یعنی ان کے نزدیک شرفا کا ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے ملنا باعث عار تھا۔ زمانہ گذشتہ میں تیسرے درجہ کی گاڑی میں سفر کرنا اور ٹھیکہ گاڑیوں میں سوار ہونا اور معمولی ہوٹلوں میں کھانا امراء و شرفاء کے لئے نہایت بے عزتی کا باعث تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن آج کل ایسا نہیں۔ ہم نے اخباروں میں پڑھا ہے کہ ڈیوک آف یارک نے ایسے جلسے فراہم کئے جہاں ولایت کے اعلیٰ پایہ کے سکولوں اور عام سرکاری ابتدائی مدارس کے طلبا کے درمیان مساوات اور برادری کا سلوک برتا گیا۔ مساوات کی اس تحریک کے آثار زیادہ تر یورپین اقوام کی نئی پشتوں (یعنی برطانیہ کے مختلف مقبوضات اور امریکہ کی متعدد ریاستوں) میں نمایاں ہو رہے ہیں جہاں پر اکثر اوقات خادم و مخدوم کے بچے ایک ساتھ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مشرقی ممالک میں بھی پرانے رسم و رواج پر قائم رہنے والی اقوام میں جمہوریت کا خیال تمدنی فرق کی گہرائیوں کو دور کرنے میں کوشاں ہے۔ اور اس کی علامات ہندوستان میں سوراج کے ذریعہ نظر آ رہی ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طریقہ سے آہستہ آہستہ بتدریج کام ہوگا اور پرانی مضر رسوم کا ترک کرنا بے حد مشکل ہوگا۔ اگر آخر کار یہ جماعتی اختلاف دور ہو کر ہی رہیگا تو کیا بہتر نہ ہوگا کہ ہم اس تحریک کو رواج دینے میں حصہ لیں بجائے اس کے کہ اس انقلاب کی ممانعت کریں؟ کیونکہ اس کے

فرو کرنے میں ایسے ظلم وتشدد و شیطانی حرکات کے اظہار کا اندیشہ ہے جو بیان سے باہر ہے۔

یقیناً خداوند مسیح کی تعلیم کا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی جماعت قائم ہو جو جماعتی اختلاف سے بالکل مبرّہ ہو۔ اُس نے لوگوں سے فرمایا کہ امیروں اور دولتمندوں سے زیادہ غریبوں اور مفلسوں کی خاطر تواضع کریں۔ اُس نے اپنے شاگردوں کو یہ حکم دیا کہ اس دنیا میں کسی کو آقا یا مالک نہ کہیں اور اُس نے بذات خود غریبوں کی خدمت کر کے ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ قدیم مسیحی جماعت میں بھی اہل یہود کی روایات کے مطابق یہ اعتقاد موجود تھا کہ خدا امیروں کو نیچا اور غریبوں کو سربلند کریگا۔

ہمیں معلوم ہے کہ کس طرح مقدس یعقوب نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اُس متکبرانہ سلوک کی توہین کی ہے جو امیر غریبوں سے روا رکھتے تھے۔ اور اُسے مسیحی مذہب کے برخلاف ٹھہرایا۔" اے میرے بھائیو ہمارے خداوند ذوالجلال یسوع مسیح کا ایمان تم میں طرفداری کے ساتھ نہ ہو۔" اُس نے اُس کی ممانعت خصوصاً مسیح کی عبادت کے وقت کی ہے گو اگرچہ مقدس پولوس اور انجیل جلیل کے دیگر مصنفین نے غلاموں کی آزادی کا حکم نہیں دیا تو بھی انہوں نے برادرانہ محبت مسیحی خدمت اور روحانی یکجہتی پر اس طرح زور دیا کہ دنیوی عزت و مرتبہ کو بالکل بے حقیقت و ہیچ ثابت کر دیا ہے۔ بلکہ یہاں تک دکھایا ہے کہ خدا کی بادشاہی کی ترقی کے ساتھ وہ بالکل معدوم ہو جاتے ہیں۔ بھلا ممکن ہے کہ یروشلم کے ناصری فرقہ میں جماعتی اختلاف ہو جبکہ تمام اشیا مشترکہ تھیں؟

اس سے پیشتر کہ ہم اس مسئلہ کا فیصلہ کریں ضروری ہے کہ ہم معاشرتی جماعتوں اور ذاتوں کے باہمی فرق میں تمیز کر سکیں۔ جماعتوں اور شخصیتوں کے اختلاف کا مفہوم ایک ہی نہیں اور ان کا آپس میں ملا دینا درست نہیں۔ شروع ہی میں یہ صاف کر لینا بہتر ہے کہ جماعتوں کے باہمی فرق کو دور کر دینے سے تمام افراد کو ایک ہی سانچہ میں ڈھال دینا مراد نہیں۔ اس امر کی کوشش کرنی چاہئے کہ خداداد قابلیت۔ لیاقت۔ عقل و فہم اور قوت عملی ایسی صفات ہیں جو کسی شخص کو دوسرے پر فوقیت و فضیلت بخشتی ہیں اور ان سب کو بڑھنے اور کمال تک پہنچنے کی پوری آزادی ہونی چاہئے۔ برعکس اس کے جماعتیں قدرت کے خلاف حد بندی کر دیتی ہیں جن کے باعث بعض اشخاص کو اپنی قدرتی صفات کے استعمال کرنے کا پورا موقع نہیں ملتا اور اس کے عوض میں ناقابل اشخاص پر تعلیم و تربیت کی اہم تجاویز کی ذمہ واری کا بوجھ ڈالا جاتا ہے جو حقیقت میں اس کے بالکل لائق نہیں ہوتے۔ نہ ہی جماعتی اختلاف دور کرنے کا مطلب روپیہ اور مال کا برابر تقسیم کرنا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے ذریعہ دولت و افلاس کی ایک حد ضرور قائم کی جا سکتی ہے۔ ذاتوں اور تمدنی و معاشرتی جماعتوں اور قانونی مجلسوں میں بھی فرق ہے۔ علم دوست اشخاص ضرور اپنے ہم ذوق اشخاص سے صحبت رکھنا پسند کرینگے۔ اہل صنعت اپنے ہم پیشہ اشخاص سے۔ حکماء حکماء سے۔ دہقان دہقانوں سے۔ علم الٰہی کے ماہر علم الٰہی کے ماہروں سے۔ لیکن جماعتیں انہیں ان تمام متفرق پیشہ اشخاص کو باہم ملا دیتی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ جماعتی اختلاف مندرجہ ذیل عناصر سے مرکب ہیں۔
لباس، بود و باش اور خورد و نوش وغیرہ کے دستور اور رسوم میں فرق۔
امراء و شرفاء کا اپنے ہاتھوں کوئی کام نہ کرنا بلکہ اجرت پر دوسروں سے خدمت کرانا۔ برعکس اس کے ادنےٰ درجہ کے لوگوں کا سب کام اپنے ہاتھوں کرنا۔ پھر چونکہ اعلیٰ خاندان کے بچے مدت مدید سے تعلیم پاتے رہے ہیں اس لئے اُن کی دماغی حالت کا دوسروں کی نسبت بہتر ہونا۔ پھر مختلف جماعتوں کے شرکاء کا اکثر باہم دعوتیں اور ضیافتیں کھانا اور کھلانا۔ اور گاہے گاہے ادنےٰ طبقہ کے شرکاء کو بھی کھلانا۔ اور برعکس اس کے آخر الذکر کا شاذ و نادر اعلیٰ طبقہ کے شرکاء کو مدعو کرنا۔ پھر عموماً مختلف جماعتوں میں باہمی مناکحت کا رشتہ نہ ہونا بلکہ اس کی تردید کرنا۔ لیکن درحقیقت اس اختلاف کی اصل تعلیمی اختلاف ہے جس کی بنیاد مالی اختلاف ہے۔

یہ مالی اختلاف بذات خود جماعتوں کا باہمی فرق نہیں بلکہ اس کے ذریعہ سے یہ فرق قائم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ روپیہ اور دولت کے وسیلہ والدین اپنے بچوں کے لئے تعلیم کو خرید سکتے ہیں جس کے باعث وہ اعلیٰ طبقہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر بچوں کی دماغی طاقتیں ایسی تیز ہوں کہ وہ تعلیم کا پورا فائدہ حاصل کر سکیں تو وہ قوم کے علمی مقاصد کے اعلیٰ ترین طبقات میں داخل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی لڑکا نہایت ذہین اور محنتی ہو تو کسی اعلیٰ پایہ کی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اُس کے لئے دین اور ملک کے بہترین مراتب کا ایک وسیع میدان کھل جاتا ہے جس میں وہ مقابلہ پر آ کر

کامیابی کا سہرا حاصل کرسکتا ہے اگر لڑکیاں تعلیم یافتہ ہوں تو اُن کے لئے اعلیٰ منصب نوجوانوں کے ساتھ نکاح کا راستہ کھل جاتا ہے۔

اب یہ خوب روشن ہونا چاہئے کہ جماعتوں سے کیا مراد ہے۔ یہ ایسے طبقات ہیں جو خاندانوں سے مرکب نہیں بلکہ جداگانہ شخصیتوں سے۔ اور اُن کا باہمی اختلاف تعلیم کے ذریعہ سے قائم رکھا جاتا ہے جو پشت در پشت خریدی گئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تعلیم سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے کسی قدر عقل و فہم اور چند صفات کی ضرورت ہے اور اس وجہ سے اعلیٰ خاندانوں کے اُن کند ذہن و غبی بچوں کے معاشرتی طور پر گر جانے کا امکان ہوتا ہے جن کے پاس دولت کا بے حد سرمایہ موجود نہیں ہوتا یا جو نفسانی خواہشات کے شکار ہو جاتے ہیں برعکس اس کے اس زمانہ میں ایک علمی زینہ بنایا گیا ہے جس کے ذریعہ ادنیٰ طبقہ کے ہوشیار اور ذہین بچے بڑھتے بڑھتے اعلیٰ مدارج تک پہنچ جاتے ہیں گو اعلیٰ تریں مدارج تک پہنچنا اُن کے لئے ممکن نہیں ہوتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اعلیٰ پایہ کا علم صرف دولت سے خریدا جا سکتا ہے۔ بلکہ وہ مفید پیشوں کی جانب رہبری بھی کرتا ہے اور بچوں کو اپنے والدین کے طبقات میں یا اُن کے گرد و نواح میں ہی رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

پس جماعتوں کی مکمل تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ ان دنوں وہ سب آپس میں خلط ملط ہو گئی ہیں۔ بلکہ ان کے جداگانہ وجود کے متعلق شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور معاشرتی اختلاف کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ مختلف اشخاص مختلف معاشرتی مدارج پر مقیم ہیں اور

جماعتیں وہ اختلافات ہیں جو ان منصبوں اور مدارج کے درمیان موجود ہیں وہ وصف جس سے اس منصب کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ دولت۔ پیشہ۔ تعلیم۔ طور و طریقہ اور حسب و نسب کے عناصر سے مرکب ہے۔ اور وہ وصف ہر ایک میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ ہر ایک فرد بشر کے درجہ کا معیار اسی وصف کی کمی و بیشی کے اندازہ سے قائم کیا جاتا ہے۔ یہ خوب ظاہر ہے کہ دو شخص جو کسی تیسرے شخص کے درجہ کے ہوں ضرور نہیں کہ وہ دونو خود بھی ایک ہی درجہ کے ہوں۔ بعینہٖ جیسے دو شخص ایک تیسرے سے دس میل کے فاصلہ پر ہوں لیکن خود ایک دوسرے سے بیس میل کے فاصلہ پر۔ اکثر اوقات ایک جگہ کے باشندوں میں مختلف انجمنیں پائی جاتی ہیں گو ان کے باہمی اختلافات اس قدر خفیف ہوتے ہیں کہ بیان بھی نہیں کئے جا سکتے۔ اب یہ مسئلہ درپیش ہے کہ آیا یہ موروثی اور زر خرید منصب اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے جائز ہیں یا نہیں۔

میرے خیال میں اس کے حق میں بہت کچھ کہا جا سکتا تھا۔ چونکہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کے حصہ میں مال و زر کا حصہ دیگر طبقات سے بہت زیادہ آتا ہے اس لئے قوم کے تمام معاملات کا بندوبست ان کے قبضہ میں ہوتا ہے اور وہ اس وجہ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ ان عقلی و دماغی وصنعتی مشاغل کی پیروی کر سکیں جن کا کرنا فارغ البالی اور مالی حیثیت پر منحصر ہوتا ہے اور جس کے باعث اجرت پر خدمت لینا ممکن ہو جاتا ہے۔ میرے خیال میں تدبیر مملکت۔ کیمیا و علم حیات کے متعلق تحقیقات کرنا۔ اعلیٰ ترین علم و ادب کا مرتب کرنا اور دیگر نفیس علوم و فنون کا ایجاد

کرنا ایسے افراد کے لئے ناممکن ہے جن کے سر پر اہل و عیال کی ذمہ واری کا بوجھ ہو اور جو چھوٹے چھوٹے مکانوں میں رہتے اور معمولی غذا پر گذارا کرتے ہوں۔ جو اپنے روزانہ کاروبار میں اس قدر مصروف ہوں کہ نہ تو انہیں کبھی فرصت ہو اور نہ اس قدر روپیہ ہو کہ گھر سے باہر سفر کر سکیں یا اپنی تعطیل کے چند ایام ہی کسی اور جگہ بسر کر سکیں اگر قوم کے صنعت و حرفت کے پیشہ وروں اور مزدوروں کے لئے اوسط سے ذرا کم آمدنی کا حصہ وقف کر دیا جائے تاکہ دماغی و عقلی کارگزاروں کے حصہ میں اوسط سے زیادہ مقدار میں آ جائے تو یقیناً تمام قوم مع ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کے اس سے ضرور فیض یاب ہو گی۔

ایسے اشخاص کے متعلق جو کسی خاص کاروبار میں مشغول نہ ہوں بلکہ اپنے اوقات کو فارغ البالی و عیش میں بسر کرتے ہوں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر وہ نفیس و لطیف ذوق رکھتے ہوں۔ خوش اطوار ہوں اور اپنے اوقات کو عوام کی خدمت کرنے میں صرف کریں تو اُن کی زندگی بھی خالی از فائدہ نہ ہو گی۔ کیونکہ اُن کی زندگی جسمانی تندرستی۔ خوش خلقی۔ دماغی قوتوں کی کمال شائستگی اور رفاہ عامہ کے معاملات میں عوام کے لئے ایک اعلےٰ و عمدہ نمونہ بن سکتی ہے۔ ان کے ذریعہ سے دُنیا کے روبرو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی ترقی پیش کی جا سکتی ہے اور چونکہ وہ ان امور میں دوسروں سے بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کی رہنمائی کے قابل ہیں۔

اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ بنی آدم کے لئے مختلف مدارج ضروری ہیں جن کو چند خاص منصب و حقوق حاصل ہوں تو کیا یہ بھی ضروری ہے

کہ یہ اُنکے مدارج موروثی ہوں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ اُن مناصب کے لئے ایسے بچوں کا انتخاب کیا جائے جو بذاتِ خود اس کے لائق ہوں نہ وہ جن کے والدین صاحب ثروت و مرتبہ ہوں؟ لیکن اس تجویز سے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ خاندانی محبت اس کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوگی۔ قدرت کا خاصہ ہے کہ والدین اپنے بچوں کو ادنیٰ مدارج میں گرتا دیکھ کر ناخوش ہوتے ہیں جن میں شخصی و ذاتی ترقی کی گنجائش کم ہوتی ہے۔ جہاں اکثر ایسے دوست و رفیق بنا لینے کا اندیشہ ہوتا ہے جن کو اُن کے والدین قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ جہاں نکاح کے رشتے ایسے اشخاص سے قائم کر لئے جاتے ہیں جو خاندان میں بناپس و پیش مدعو نہیں کئے جا سکتے۔ اگر یہ لازمی تھا کہ اہم ذمہ داریوں اور خاص تربیت کے کام انجام دینے کے لئے ایک خاص گروہ الگ کر لی جاتی جو زبدۂ زمن ہوتی تو بہتر ہوتا کہ خاندانی تعلقات و رشتہ سے اُسے برقرار رکھا جاتا بہ نسبت اِس کے کہ اُس کے اجزا کو منتشر کر کے اُسے عوام الناس میں ملا دیا جاتا۔ اور اگر یہ کسی حد تک موروثی نہ ہوتا تو غالباً ایسا ہو جاتا۔

آج کل موروثی اعلیٰ طبقات کے خلاف نہایت زبردست و قاطع دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس سے اوّلاً قوم کو نقصان پہنچتا ہے اور اُس کے ذریعہ سے ادنیٰ درجہ کے لوگوں کی تعداد و قابلیتوں کو نشو و نما پانے اور ترقی کرنے سے روکا جاتا ہے۔ دوم ایسے موقعوں کے یکے بعد دیگرے آنے سے ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ گذشتہ فصل کے بیان کے مطابق علمی زینہ کے باعث ادنیٰ طبقہ میں سے متواتر لائق ترین طبیعتیں انتخاب کر کے اعلیٰ طبقہ میں داخل کر لی جاتی ہیں جہاں

وہ اپنی تازگی و شادابی کو کھو بیٹھتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مدارج کے ایسے باہمی خلط ملط ہو جانے سے جس کے ذریعہ استعداد و لیاقتوں کا دَور کھل جاتا ہے تمام نسل کی بربادی کا خدشہ ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ معاشرتی اختلاف سے حسد و کینہ کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف عدل و انصاف کے برخلاف ہوتا ہے اور اس کی بنا تکبر و حقارت پر مبنی ہوتی ہے۔ جب ادنےٰ طبقہ کے والدین اعلیٰ طبقہ کے والدین کو اپنے کند ذہن و غبی بچوں پر اس قدر روپیہ ضائع کرتے دیکھتے ہیں تو اس وقت اس امر کی گنجائش ہوتی ہے کہ وہ اس کو اپنے بچوں کی بے عزتی سمجھ لیں اور وہ اپنے خیالات کا اظہار غالباً ان الفاظ میں کرتے ہیں "جن باتوں کو فلاں فلاں اپنے بچوں کے لئے مضر و مہلک خیال کرتے ہیں وہ ہمارے بچوں کے مناسب حال سمجھتے ہیں۔ وہ ہمارے اور ہمارے بچوں کے اثر کو اپنے بچوں کے لئے زبون تصور کرتے ہیں۔ اگر ان کا یہ روپیہ ان کے ہوشیار اور لائق بچوں پر صرف ہوتا تو البتہ بے موقع نہ ہوتا لیکن ان کا اپنے بیوقوف اور کند ذہن بچوں کو بھی ہمارے ہوشیار اور ذہین بچوں سے ملنے نہ دینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہماری اولاد کو گنوار اور ناتراشیدہ خیال کرتے ہیں اور ان کی صحبت اپنے بچوں کے لئے نقصان دہ سمجھتے ہیں" اور اس خیال کے عام طور پر رائج نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ اول تو ادنےٰ درجہ کے لوگوں میں برداشت کی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ دوم ان کے دل میں امراء و شرفاء کے لئے قدرتاً لحاظ و پاس جاگزیں ہوتا ہے۔

البتہ اس بات کا خطرہ ضرور ہے کہ روز بروز وہ اس کا چرچا زیادہ کرتے جائینگے اور اس بے انصافی کو ضرور محسوس کرینگے۔ اگر کسی پادری یا خادم الدین کے حال کا معائنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُس کے حال میں عجیب قسم کی ناموافقت پائی جاتی ہے۔ وہ معاشرتی رسم و رواج اور جذبات مہرپدری کی وجہ سے خود تو تکلیف برداشت کر کے ایک ایک پیسہ جمع کر کے اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے عمدہ و اعلیٰ مدارس میں بھیجتا ہے۔ لیکن یہ امید کرتا ہے کہ اُس کی جماعت کے غریب شرکاء اپنے بچوں کو خوشی سے عام ابتدائی مدارس میں بھیجیں۔ اس حالت میں وہ اپنی کلیسیا کو تسلّی بخش طریق سے کس طرح یہ بتا سکتا ہے کہ یہ اُس کے خداوند کی تعلیم کے مطابق ہے ؟

اگرچہ بیان مذکورہ بالا کے مطابق زمانہ گذشتہ میں مادی اشیا یعنی ضروریاتِ زندگی کے بآسانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص گروہ کا قائم رکھنا جو انتخاب زمانہ ہو کسی حد تک جائز تھا۔ لیکن اب وہ حالت بدل گئی ہے اور سائنس کے ذریعہ سے ممکن ہوگیا ہے کہ ہر فرد بشر کے لئے سامان زندگی بافراط مہیا ہو سکے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ پرانے رسم و رواج کی جو کسی قوم میں پختہ جڑ پکڑ چکے ہوں بیخ کنی کی جائے۔ جماعتی پابندی اور انسداد کو دور کرنا بتدریج ہونا چاہئے۔ بہتر ہے کہ یہ قیود خود بخود ٹوٹ جائیں بجائے اسکے انہیں سختی سے برباد کیا جائے۔ اس کام کو سینٹ فرانسس کی روح میں انجام دینا چاہئے نہ کہ کارل

مارکس کی۔

مندرجہ ذیل طریق سے معاشرتی ہمادرانہ یگانگی قائم ہو سکتی ہے۔

(۱) بچوں کو ایک سے تعلیمی موقعے دئے جائیں خواہ اُن کے والدین کی مالی حالت کیسی ہی ہو اور ان کی علمی اور دماغی قابلیت کے لحاظ سے اُن کے مختلف مدارج بنائے جائیں۔

(۲) امور خانہ داری کی دِقتوں کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے خواہ وہ سائنس کے اسباب کے ذریعہ سے ہو۔ خواہ خوراک کو سادہ بنانے سے یا کسی اور طرح سے تاکہ مستورات کو اپنی دماغی طاقتوں کو بڑھانے کے لئے فرصت ملے اور وہ بیرونی معاملات میں حصہ لے سکیں۔ اور خواندہ اور ناخواندہ اشخاص میں اس قدر مالی فرق نہ ہو کہ آخر الذکر کو اول الذکر کے ہاتھوں اپنی محنت کو فروخت کرنا پڑے۔

(۳) وہ جو دماغی اور علمی مشاغل میں مصروف ہیں اُن کی اولاد کو چاہئے کہ اپنی معاشِ زندگی کے لئے صنعت و حرفت کے پیشوں کو اختیار کرے۔ جس طرح آج کل بہت سے یونیورسٹی کے سند یافتہ اشخاص زراعت کو اپنا پیشہ بنا رہے ہیں۔

(۴) بالغوں کی تعلیم کی تحریک کو رواج دیں تاکہ ہاتھ سے کام کرنا علم ادب۔ سائنس اور دیگر فنون میں دماغی ترقی کے راستہ میں سدِ راہ نہ ہو اور دماغی و علمی پیشہ وروں اور اُن متعلقین سے برطریق مساوات ملنے میں کوئی دِقت درپیش نہ ہو۔

(۵) احتیاج کے رفع کرنے کے لئے آمدنی کا معقول ہونا۔ تاکہ وہ مرد و زن جو علمی پیشوں سے متعلق ہیں اور جو ذمہ واری کے مناصب

پرستہ صوب ہیں اُن کو مقررہ آمدنی کے علاوہ اور جتنا روپیہ ان کے اپنے مختلف امور کو فروغ دینے کے لئے درکار ہو دیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ہر ایک فرد بشر کو اُس کی جسمانی ضروریات کے مطابق کافی روپیہ ملے۔

(۶) مسیحی محبت۔ حلم اور عزت کے ساتھ ہر ایک سے پیش آنا چاہئے تاکہ ہر ایک دوسرے کو اُس کی قدرتی طاقتوں کے بڑھانے کا موقع اور مدد دے اور لوگ قوم کی ادنیٰ خدمت کرنے سے نہ شرمائیں)۔ بلکہ خواہ کسی کا پیشہ یا حیثیت کچھ بھی ہو ہر ایک کو انسان اور ایک ہی خدا کا فرزند سمجھ کر اُس کی عزت و توقیر کریں۔

(۷) مسیح کی تعلیم کے اعلیٰ نمونوں کے مطابق زندگی کی اصل قدر کا اندازہ یوں لگائیں کہ سب سے ادنیٰ کام بھی روحانی خدمت اور ترقی کے لئے سب سے اعلیٰ و افضل نظر آئے۔

آخر میں ہمیں اس خطرہ سے احتراز کرنا چاہئے خواہ یہ عارضی ہی کیوں نہ ہو کہ انسانیت کے نشیب و فراز کو درست کرتے ہوئے ہم شخصیتوں اور ان کی نمایاں خداداد قابلیتوں کو نظرانداز نہ کر دیں۔

ہمیں تعلیم و تہذیب کے کام میں کثرت اور اژدحام سے پرہیز کرنا چاہئے اگر اس سے تعلیم کا مفہوم محض کل سے بنے ہوئے مصنوعی نمونے بنانا ہو جس سے تعلیم و تربیت میں سہولت ہو جائے۔ ہمیں خوب یاد ہے کہ خداوند مسیح نے چند اشخاص کو منتخب کر لیا تاکہ اُس کے شاگرد بنیں۔ اور پھر ان میں سے خاص کو الگ کر لیا تاکہ ان کے ساتھ زیادہ نزدیکی تعلق رکھے اور انہیں ذمہ وار بنائے اُس نے مختلف

اشخاص کے مختلف حالات اور اُن کی مشکلات کے مطابق طریقے استعمال کئے۔ پس لازم ہے کہ مسیحی بھی جس تہذیب کو خداوند یسوع مسیح کے مبارک نام سے قائم کرنا اور ترقی دینا چاہتے ہیں اُس کے لئے وہ طریقے استعمال کریں جو ان کے خداوند نے کئے۔ گو عالمگیریگانگی اور مساوات کے معنی یہ ہیں کہ سب کے روحانی اصول اور تصورات ایک ہی ہوں۔ لیکن اُس میں ایک حقیقی اور اصلی آزادی اور ایک دائمی متزلزل اختلاف پایا جاتا ہے جو مسیحی روح کی بیداری اور موافقت اور ایسی مسیحی محبت کا مطالبہ کرتا ہے جو آزادی بخشنے والی اور ہر ایک طبیعت کے مطابق ہوکر سب کو فراہم کرنے والی ہے۔ الٰہی محبت کے ذریعہ سے تنیہ ی انسانی جماعت کو تبدیل کر دینا کوئی آسان کام نہیں۔ جس کی ذمہ واری ہم نے اُٹھائی ہے۔ لیکن اُس کو ترک کر دینے یا اُس کے ایک ہی پہلو پر زور دینے کا بہت بُرا نتیجہ ہوگا۔ محض اُس کا تصور ہی کار آمد اور مفید ہے۔

1932.

(1st Edition). 2000